رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اک شعبۂ ایمان محبت ہے وطن کی
گھر بار فدا جس پہ وہ عزت ہے وطن کی
ہر قوم میں ہے جذبۂ ایثار اسی سے
بے فیض ہے جسکو نہیں الفت ہے وطن کی
محسن کاکوروی

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

سالانہ چندہ ۲
ششماہی ۱

جلد ۹ | کاکوری، پنجشنبہ یکم اپریل سنہ ۱۹۴۳ء مطابق ۲۵ ربیع الاول سنہ ۶۲ھ | نمبر ۲۳

ادبیات

غزل سید خورشید علی بقا کاکوروی

(حسب ذیل غزل لکھنؤ کے آل انڈیا مشاعرہ مدح صحابہ میں پڑھی گئی تھی۔)

کیا شان تھی کیا شان تھی کیا شانِ صحابہؓ
قرآن تھا اک گنجِ تابانِ صحابہؓ

اللہ اُسی کا ہے محمدؐ بھی اُسی کے
جو دل سے ہوا تابعِ فرمانِ صحابہؓ

تھرا اُٹھے کفار جدھر اُٹھ گئیں نظریں
اللہ رے یہ دبدبۂ و شانِ صحابہؓ

پھر اسکو نہ ہو پرسشِ اعمال کا کھٹکا
آجائے جسے ہاتھ میں دامانِ صحابہؓ

کیونکر نہ ہو پھر تابعِ احکام زمانہ
اللہ کا فرمان ہے فرمانِ صحابہؓ

اسلام کو زندہ کیا خون اپنا بہا کر
سو جان سے ہو جائیے قربانِ صحابہؓ

دیکھے تو کوئی مرتبۂ حضرت صدیقؓ
اللہ نے سمجھا جنھیں سلطانِ صحابہؓ

ایسی کہاں تقدیر کہ محشر میں کہیں سب
آیا وہ بقا دیکھو ثناخوانِ صحابہؓ

اقوال

عورت:- صدیوں سے مرد نے ہمیشہ عورت کو ایک خوبصورت کھلونا سمجھا ہے۔ مرد ہمیشہ اس کھلونے سے کھیلتا اور جی بہلاتا رہا ہے۔ لیکن اُس نے بہت کم اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ عورت کے عورت پن اور جوہر کو سمجھ سکے۔

عورت میں ایسا جوہر ہے جو میں نے مرد میں کم پایا ہے۔ برداشت، ایثار، قربانی اور محبت یہ ہیں عورتوں کے جوہر لیکن مرد نے کبھی عورت کو اس جوہر کے لحاظ سے پرکھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ہمیشہ عورت کو ایک کھلونا سمجھتا رہا ہے۔ اس سے دل بہلاتا رہا ہے۔ (بنیرلٹ)

محبت:- یہ درست ہے کہ محبت کے راستہ میں ہم کو شدید مشکلات۔ پریشانی اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن محبت انسانی خصلت کا بہترین جوہر ہے۔

دنیا کی ساری رنگینیاں اور دل آویزیاں ہیچ نظر آنے لگتی ہیں اگر دنیا سے محبت کے وجود کو فنا کر دیا جائے۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جو محبت کرتے ہیں اور محبت کو نبھاتے ہیں؟ بہر حال محبت دنیا کی حسین ترین چیز ہے۔ ایک ایسی چیز جس کی تکلیف میں بھی ایک راحت محسوس ہوتی ہے۔ اسی لئے محبت کو دنیا کی بہترین نعمت کہتے ہیں۔ (شیکسپیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹	یکم اپریل سنہ ۴۳ء	نمبر ۲۳

خیال کے ساتھ عمل کی ضرورت

ایک انگریزی مدبر نے لکھا ہے کہ ہوائی قلعہ بنانا، ہر وقت سوچ بچار میں رہنا اور تصورات کی سرزمین تیار کرنا اکثر اوقات مفید بھی ثابت ہوتا ہے لیکن اس میں یہ خطرہ ہے کہ پھر انسان صرف "تصور" کی منزل میں رہتا ہے "عمل" کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ دنیا کے بڑے بڑے موجد ومفکر درحقیقت وہی لوگ تھے جو دن کو خواب دیکھتے تھے اور ہوائی قلعہ بنایا کرتے تھے۔ لیکن اُنھوں نے صرف خیال اور تصور کی حد تک رہنا ہی مناسب نہیں سمجھا بلکہ اپنے ہوائی قلعوں کی بنیاد اصلی حقائق اور ٹھوس اصول پر قائم کرنے کی سعی کی چنانچہ وہ کامیاب ہو گئے اور اُن کے ہوائی قلعے صحیح اور اصلی قلعے ثابت ہوئے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان اپنی خواہش اسقدر بلند رکھتا ہے تصورات اور نصب العین اسقدر ارفع بناتا ہے کہ اسکے حاصل کرنے یا اُسمیں کامیاب ہونے کی توقع نہیں ہوتی۔ لیکن اگر دن رات ان خواہشات و تصورات کو عملی جامہ پہنانے اور کامیابی کی طرف لے جانے کی دُھن میں رہے تو کامیاب ہوتا ہے اور اگر تصور کو صرف بیکاری، بے حسی اور دماغی پراگندگی تک محدود رکھے تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا۔ "سائنٹفک منتھلی" ایک علمی رسالہ میں ڈاکٹر ایڈون جی نیمنگ اس ضمن میں ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک لڑکا بڑا خیال پرست تھا اور بچپن ہی سے اُسے موجد بننے اور ناموری حاصل کرنے کا شوق تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ علم طبعیات میں ایک نامور آدمی بنجائے۔ وہ ہر وقت اسی دھن میں رہنے لگا اور اُس کے والدین نے اسکی ہمت افزائی کی۔ دن رات کے سوچ بچار سے وہ اپنے آپ کو ایک ماہر طبعیات تصور کرنے لگا۔ حالانکہ اُس نے ابھی طبعیات کا ایک لفظ بھی نہیں سیکھا تھا۔ مدرسہ میں اُسے داخل کیا گیا اور طبعیات کے اچھے پروفیسر نے شکایت کی کہ یہ لڑکا اسقدر تصور پسند ہے اور ہوائی قلعہ تعمیر کرنے میں اسقدر مصروف رہتا ہے کہ وہ بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اسے طبعیات کے متعلق ایک حرف نہیں آتا ہے اور نہ وہ اب اس قابل رہا ہے کہ کچھ سیکھ سکے۔ اسلئے یہ لڑکا جو ایک اچھا موجد اور مفکر بن سکتا تھا غلط ہمت افزائی اور صرف تصور پسندی وخیال آفرینی کی وجہ سے بے عمل و ناکارہ، کندۂ ناتراش رہ گیا۔ پس خیال پسندی کے خطرات میں یہی سب سے اہم اندیشہ ہے۔ اگر اس چیز کا خیال رکھا جائے تو انسان اپنے خیالات کی بلندی اور تصور پسندی کے باعث دنیا میں بہت اونچے مرتبہ پر پہونچ سکتا ہے۔ ہم اپنے قصبہ کے باشندوں خصوصًا نوجوانوں کی طرز روش کو جب دیکھتے اور خیالات کی بلند پروازی سنتے ہیں تو فورًا اچھا گمان ہوتا ہے۔ لیکن جب کچھ دنوں تک اپنے ہموطنوں کے طریقۂ کار پر غور وخوض کا موقع ملتا ہے تو افسوس وحسرت کے ساتھ مولنا حسرت موہانی کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

غم آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
مری ہمتوں کی پستی مرے شوق کی بلندی

دنیا کس طرف جا رہی ہے اور ہوا کا رخ کیا ہے ہم اس پر غور نہیں کرتے۔ جہانتک ہمارا مشاہدہ ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اہل وطن کے تصورات بلند ہیں۔ لیکن عمل کا جواب نفی میں ہے۔ تو اُن پر وہی مثال صادق آتی ہے جو پروفیسر صاحب کے قول سے ہم نے اُوپر نقل کی ہے۔ یعنی صرف بلند خیالی کامیابی کا زینہ نہیں بن سکتی۔ سیڑھیوں پر قدم رکھو تب بام اُمید تک رسائی ہوگی ؎

تا تو نہ مانو اہل وطن اختیار ہے
ہم نیک وبد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

محنت و دیانت کا ثمرہ

ہمارے اڈیٹوریل نوٹ کے بعد اس مضمون کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ (اڈیٹر)

ٹن۔ ٹن۔ ٹن ـــــ کون صاحب ہیں۔ میں دفتر اخبار "پیغام" سے بولتا ہوں۔

میں لاٹ صاحب کا پرائیویٹ سکریٹری ہوں۔ لاٹ صاحب اپنی کوٹھی پر آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تکلیف نہو تو آج ٹھیک پانچ بجے شام کو لاٹ صاحب کے ساتھ چا نوش کیجئے۔

اچھی بات ہے۔ حاضر ہو جاؤں گا۔ تھینک یو۔

مسٹر اجیری روزنامہ پیغام کے واحد مالک ہیں۔ آج کی ڈاک ملاحظہ ہو۔ دو سو پچیس چٹھیاں ہیں۔ جن میں نئے خریداروں کے چار سو بیس روپیہ۔ اشتہار کی اُجرت دو سو روپیہ اور غیبی امداد میں سو روپیہ۔

مسٹر اجیری خوشنما عمارت میں اپنے دفتر کے کمرہ میں وسیع میز کے سامنے بیٹھے ہیں۔ دائیں ہاتھ کے کمرہ میں ادارتی عملہ ہے۔ بائیں جانب کا کمرہ منیجر۔ کلرک۔ ٹائپسٹ وغیرہ کیلئے ہے۔ دروازہ پر باوردی چپراسی۔ باقی کمروں میں منیجر صیغہ اشتہارات۔ کاتب۔ دفتری وغیرہ وغیرہ۔ اس عمارت سے کچھ فاصلہ پر "پیغام پریس" گھما گھم چل رہا ہے۔ چونکہ پیغام پریس میں چھپائی کا انتظام خوب ہے اسلئے باوجود زیادہ اُجرت کے بہت کام طباعت کے لئے آتا ہے۔

مسٹر اجیری چار ہزار روپیہ ماہوار اپنے بنگلے وغیرہ میں صرف کرتے ہیں۔ شہر سے باہر ایک وسیع کوٹھی میں رہتے ہیں۔ نوکر چاکر۔ سواری لباس۔ خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ مسٹر اجیری نہ صرف علمی لحاظ سے بلکہ مالی نقطۂ نگاہ سے ہر سوسائٹی میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔

آج سے دس سال پہلے مسٹر اجیری روزگار کی تلاش میں لاہور آئے۔ انٹرنس کا امتحان تیسرے درجہ میں پاس کیا تھا۔ تمام دفتروں کی خاک چھانی مگر بے سود۔ ہر جگہ مایوسی۔ دو مہینے اسی طرح گزر گئے۔ صبح سے نوکری کی تلاش میں نکلتے اور شام کو تھکے ہارے گھر واپس آتے۔ مسٹر اجیری کی بیوی بھی لاہور کی زندگی سے تنگ آگئی تھیں جو تھوڑا زیور تھا وہ ایک ایک کرکے بک چکا تھا۔ مکان والا کرایہ کا تقاضہ کرتا۔ موسم سرما سر پر آگیا۔ میاں بیوی کے پاس گرم کپڑے نہونے کی وجہ سے سردی سے ٹھٹھرنے لگے۔ بظاہر کوئی اُمید روزگار ملنے کی نہ تھی۔ مگر غیب سے امداد ہو جگئی۔

ایک روز مسٹر اجیری حسب معمول روزگار کی تلاش میں ایک مقامی اخبار کی دفتر میں جانکلے۔ اڈیٹر اخبار نے پوچھا کیا کام چاہتے ہو۔ "جناب ہر کام کرنے کے لئے تیار ہوں" مسٹر اجیری نے جواب دیا۔

اڈیٹر نے کہا کہ "ترجمہ کرسکتے ہو؟" ہاں صاحب غالباً کرلونگا۔

مسٹر اجیری کو ایک مضمون ترجمہ کے لئے دیا گیا۔ یہ انگریزی و اُردو اخبار بینی کے شوقین تھے۔ ترجمہ اڈیٹر نے پسند کیا اور بیس روپیہ ماہوار پر بطور مترجم دفتر میں تقرر کردیا۔ اور دوسرے دن سے کام کرنے کی ہدایت کی۔ مسٹر اجیری کو قدرے اطمینان تو ہوا ہی اُنکی بیوی یہ خبر سنکر باغ باغ ہوگئیں۔

مسٹر اجیری نے کام شروع کردیا اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔ مالک اخبار کو اُنکا کام پسند آیا۔ تین سال کے اندر اندر تمام مدارج طے کرتے ہوئے اسی اخبار کے سب اڈیٹر بن گئے۔ اب انھوں نے معیار زندگی کو ذرا بلند کردیا۔ پہلے سے بہتر مکان کرایہ پر لیا۔ کوٹ کے ساتھ نکٹائی لگانا شروع کردی۔ پندرہویں دن کے بجائے آٹھویں دن حجامت بنوانے لگے۔ کالے کالے پاؤں چھپانے کے لئے ہر ماہ تین آنہ کی جرابیں بھی خرید لیتے تھے مگر فیشن پرستی نے اُنکی محنت میں فرق نہ آنے دیا۔ انھوں نے دفتر کے اوقات میں کبھی دیر نہ کی اور نہ معاملات میں کچھ فرق کیا۔

چند دن کے بعد اڈیٹر ایک ماہ کی رخصت پر گئے اور دفتر اخبار کا چارج مسٹر اجیری کو دیا گیا۔ مسٹر اجیری نے ایک ماہ میں یہ ثابت کردیا کہ وہ اس خدمت کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اتفاق دیکھئے کہ ایک ماہ کے بعد اڈیٹر نے رخصت سے واپسی کے بعد

چارج لیتے وقت اخبار کے مالک سے ترقی طلب کی اور کام چھوڑنے کی دھمکی دی۔ مالک نے تنگ آکر مسٹر اجیری کو دو سو روپیہ ماہوار پر اوڈیٹر مقرر کر دیا۔

مسٹر اجیری نے دو سال اطمینان و خوشحالی سے گذارے۔ اس دوران میں اُنھیں ہر قسم کا عملی تجربہ حاصل ہو گیا۔ اب اُنکے لئے ترقی کا میدان صاف تھا۔ موقع پاتے ہی "روزنامۂ پیغام" کا اجرا کیا۔ جس نے ملک میں دھوم مچا دی۔

مسٹر اجیری بعض اوقات اپنے گذشتہ حالات مزے لے لے کر سنایا کرتے ہیں۔ اُنکو یقین ہے کہ مستقل مزاجی۔ موقع شناسی، احساس فرائض اور محنت و دیانت دنیاوی ترقی کی کنجی ہے۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ مفلس و قلاش آدمی گناہ کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دولتمندی کے پاک دامن ہونے کے زیادہ مواقع ہیں۔ (ماخوذ)

چین کی اختراع فائقہ

چینی مقولہ ہے کہ ریشمی لباس، انسانی ترقی و دانشمندی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ ہے۔ لیکن انسانی دماغ کی یہ نادرہ کار اختراع آج کسقدر عام اور "رسوا سر بازار" ہے ایک ناقابل انکار اور حیران کن حقیقت ہے۔ مخمل و کمخواب۔ حریر و دیبا، سب ریشم ہی کے صف میں آتے ہیں۔ صرف نام جدا جدا ہیں۔

ایک روایت ہے کہ ریشم کی ایجاد کا سہرا پسر نوحؑ کے سر ہے۔ لیکن وہ پسر نوح کہ "با بداں بنشست"، یا وہ کہ باپ کی فرزندی کا اہل متصور ہوا۔ یہ البتہ نزاع ہے۔ ایک دوسری اور نسبتاً معتبر روایت ہے کہ ریشم پہلے پہل "کوشی" نامی ایک چینی شہزادی نے دریافت کیا جو ۲۶۹۰ سال قبل مسیح گذری ہے۔ یہ شہزادی شہنشاہ "ہونگ ٹی" کی ملکہ تھی اور اپنے حسن گلو سوز اور خوش لباسی کے لئے مشہور تھی۔ وہ اپنے عہد کے بہترین لباس میں ملبوس رہتی اور اپنی خداداد رعنائیوں میں تازہ بہ تازہ، نو بہ نو پوشاکوں سے ہمیشہ قیامت خیز اضافہ کرتی رہتی۔

ایک روز وہ اپنے باغ میں شہتوت کے درخت کے نیچے خراماں تھی کہ ریشم کا ننھا کیڑا ایک نرم و نازک پتی پر اپنا ریشمی جال بنتے دکھائی دیا۔ مسرت و حیرانی کے ساتھ ملکہ نے ننھے کیڑے کو اُسکے سبز بستر سمیت اٹھا لیا۔ اور خبر گیری کے لئے اپنی سہیلی کے حوالہ کیا۔ معصوم کیڑے نے ملکہ کو اپنے ریشمی جال میں گرفتار کر لیا تھا۔ جیتے بچہ کی طرح حقیر مخلوق پالی گئی۔ ملکہ روز اپنے ناز پروردہ کو تھیلی پر رکھ کر دیکھتی اور مسرتناک حیرت یا حیرتناک مسرت حاصل کیا کرتی۔ یہاں تک کہ ایک دن کیڑے نے اپنے عارضی مکان سے نکل کر ملکہ کی حیرانی یا پایۂ تکمیل کو پہونچا دی۔ ملکہ کی مٹھی میں سوائے چند ریشمی تاگوں کے کچھ نہیں رہ گیا۔ کیڑا تتلی بنکر اڑ گیا اور اپنی نشانی چھوڑ گیا۔ ملکہ نے ایک عالم استغراق میں ریشمی تاگے اپنی انگلی میں لپیٹ لئے۔ اُس کا دماغ حریر و دیبا کی بدیع پوشاکوں کے لطیف خواب دیکھنے لگا۔ کیڑے نے ملکہ پر اپنے ڈورے ڈالے تھے۔

آخر وہ ملکہ بھی اور ایک باجبروت بادشاہ کی چہیتی بیوی بھی۔ اُس نے اپنے خوابوں کو حقیقتوں میں تبدیل کر ہی دیا۔ ایک پورا باغ کروڑوں ریشمی کیڑوں سے بھر دیا گیا۔ اُن کی آرام و آسائش کا ہر ممکن سامان بہم پہونچا دیا گیا اور اُن کے تغذیہ و پرورش کے لئے لاکھوں ہری ہری پتیاں ڈال دی گئیں۔ اس طرح خدا کی یہ کمزور مخلوق اپنی ایک نو آبادی میں پھولنے پھلنے لگی۔ مگر آرام و آسائش میں پڑ کر ننھے کیڑے اپنے فرض کو بھولے نہیں۔ وہی ایڑی چوٹی کی محنت تھی اور وہی دن رات ریشم کا کاڑھنا۔ کیڑوں کی صنعت کے ساتھ ساتھ ملکہ کے حوصلوں نے بھی ترقی کی۔ ہزاروں شہتوت کے باغ لگوا دیئے گئے اور متعدد محل چھوٹے کاریگروں کی بود و باش کے لئے تیار ہو گئے۔ متعدد ریشم کے کارخانے کھل گئے جن میں یہ خداداد صنّاع کام کرنے لگے۔ مجاز نے حقیقت کو آغوش میں لے لیا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں ملکہ کا نخل تمنا پھل لایا اور وہ مقصد منتظر جس کے لئے اُس کے تمام حسن پرور احساسات بیدار ہو چکے تھے تحفۂ دیبا کی شکل میں نمودار ہوا۔ ننھے کیڑوں نے

ریشم کے انبار لگا دیئے۔ حریر و دیبا کے نظر افروز ملبوس تیار ہوئے اور جب ملکہ اُن کو زیب تن کر کے آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تو ایک مرتبہ خود بھی اُنکے حُسن اضافی پر والہانہ انداز سے جھوم پڑی۔ بلکہ اس خیال نے ملکہ کے دل میں ہلکی سی خلش۔ معمولی سی جلن بھی پیدا کر دی کہ یہی مخصوص پیداوار عام اور مشتہر ہو کر معلوم کتنے نازک اور گداز جسموں کی ملاحت و نرمی میں حشر خیز اضافہ کر دیگی اور دنیا کی کتنی ہی عورتیں اس نعمت غیر مترقبہ سے فائدہ اُٹھا کر خدا جانے کیا سے کیا ہو جائینگی۔ اُس نے ایک لمحہ کے لئے خیال کیا کہ کیوں نہ اس تحفۂ غیب کو اپنے لئے مخصوص کر لے لیکن پھر اُسے یہ خیال رکیک معلوم ہوا اور اُس کا جذبۂ افتخار مجروح ہوا کیوں اُسکی ایجاد صرف اُسکی ذات تک محدود ہو کر رہ جائیگی۔ نہ حریر عالمگیر ہو سکے گا نہ وہ موجد حریر کا پسندیدہ لقب حاصل کر سکیگی اس طرح پہلے پہل چین میں ریشم کی کاشت ہوئی اور وہیں سے ریشم دنیا کو تقسیم ہوتا رہا۔ یہانتک کہ یہ حسین راز یورپ لایا گیا۔

چینیوں نے جن کی تجارت کا سب سے بڑا ذریعہ اور پرورش کا عظیم ترین وسیلہ ریشم بن گیا تھا۔ "لوئی تسی" کو ریشم کی دیوی کا خطاب دیا اور باقاعدہ اس کی پرستش کرنا شروع کر دی۔ حریر چین کے پہلے تحفے ہندوستان اور فارس کو نصیب ہوئے۔ لیکن ہنوز یہ اسقدر گران تھے کہ صرف بادشاہ اور شہزادگان ہی استعمال کر سکتے تھے۔ روم میں ہیلیو گیبلس نے پہلے پہل ملبّس بہ حریر ہو کر ملک میں ہنگامہ برپا کر دیا جب آرلیئن کو ایک ریشمی لبادہ پیش کیا گیا تو اُس نے بڑی فراست کے ساتھ کہا "خدا اس دن سے بچائے جب وہ ایسی پوشاک پہنے جو اتنی سُبک ہونے پر بھی اسقدر گراں ہے" صدیوں تک صرف وہی ملک ریشم بناتے رہے جنکے اُفق پر ایک گرم سورج چمکتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ صنعت مخصوصہ قسطنطنیہ میں عام ہوئی اور وہاں سے یونان میں منتقل ہوئی۔ دفعتاً سارا خطۂ یونان شہتوت کے درختوں کے ایک وسیع اور عظیم الشان باغ میں تبدیل ہو گیا اور ملک کی آبادی سے کئی گنا تعداد میں ریشمی کیڑے اُبل پڑے پھر تو یہاں ریشم خوب رنگ لایا اور خوب آب و تاب دکھلائی۔

یورپ گیارہویں صدی سے قبل ریشم سے واقف نہ ہو سکا۔ جبکہ روجر شاہ سسلی نے موریا کو فتح کیا اور تمام ریشم بافوں کو گرفتار کر کے پلیرمو بھیجا کہ اُس کی رعایا کو یہ صنعت بدیع سکھائیں۔

کالبرٹ پہلا وہ شخص تھا جس نے لوئی چاردہم کے زمانہ میں ریشم کی تجارت کو فرانس میں رواج دیا اس لئے ہم اُسے فرانس کے ریشم بافوں کا سرتاج کہہ سکتے ہیں۔ اُس نے اٹلی کے کاریگروں کو معقول معاوضے دیئے کہ وہ فرانسیسیوں کو ریشم بافی سکھائیں۔ اُس نے اٹلی کے لیس بنانے والوں کو بھی نوکر رکھا تاکہ وہ فرانس میں اپنی صنعت پھیلائیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فرانسیسی ریشم اور لیس محض اٹلی کی شاگردی کا نتیجہ ہیں۔ اُسکے کارخانوں میں گرجاؤں اور کلیساؤں کے لئے منقش اور مطلّا ریشمی ساز و سامان اور پردے بننے لگے جو آج بھی آرٹ کا بہترین نمونہ خیال کئے جاتے ہیں۔

جیمس اوّل، شاہ انگلستان جو "عیسوی دنیا کا دانا ترین احمق" کہا جاتا ہے اپنے ملک میں اس صنعت کی ترویج کا تنہا ذمہ دار ہے۔ اُس نے ریشم کو عروج دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور لاکھوں درخت شہتوت کے ریشمی کیڑوں کی غذا کے لئے لگوا دیئے۔ جن میں بعض استداد زمانہ اور وقت کے طوفانی انقلاب سے گزر کر آج بھی زندہ و سرسبز ہیں۔ کوئی چاہے تو آج بھی اُن کی خزاں شریک بہار دیکھ سکتا ہے۔ آب و ہوا کی ناموافقت نے ان درختوں کو اُن کے مقدور بھر پھولنے پھلنے نہیں دیا ہے پھر بھی جابجا جھومتی ہوئی شاخیں اور شور مچاتے ہوئے پتے بادشاہ کی دوربینی و سیاست کا رجز پڑھتے ہیں۔

سسلی سے یہ صنعت روان وینس اور جینوا میں رینگ گئی ان دونوں شہروں نے مدّت تک ریشم کو اپنی مخصوص ملکیت بنائے رکھا۔

ملکہ الزبتھ پہلی فرنگن تھی جس نے ریشمی جرابیں پہنیں اور اُنکے پانچ جوڑے اُس کے پاس محفوظ تھے۔

نقلی ریشم پہلے پہل ریبتر نامی ایک فرانسیسی سائنسدان نے بربنائے تجربہ، نہ برائے تجارت ایجاد کیا۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ ریشم کا کیڑا اپنی پیداوار کے لئے شہتوت کی پتی سے مادہ اخذ کرتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر یہی مادہ کسی دوسری طرح پرورش کیا جائے اور اسکے بعد مہین تاگے چھوٹی نلیوں کے ذریعہ سے کھینچے جاسکیں تو ریشم بلا توسل ریشمی کیڑے کے پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اسکے دماغ میں یہ تخیلی تعمیر تو تھی لیکن اسکو بروئے کار لانے کیلئے اسکے پاس کافی آلات نہیں تھے۔ یہ ترقی صرف موجودہ زمانے کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اب لاکھوں مشینیں نئی نئی وضعوں اور نئے نئے رنگوں کا ریشم اگلتی ہیں۔ اور ہر کس و ناکس کو یہ تحفہ اسقدر ارزاں نصیب ہے۔ گویا اس زمانہ کی ہر عورت اپنے حسابوں چینی ملکہ ہے ؎

ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا۔ سید عسکری۔ (ادبی دنیا)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ و احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ ادھر دنوں خاصی گرمی بڑھنے لگی ہے۔ دھوپ میں حدت بڑھ رہی ہے۔ رات کو ابھی قدرے خنکی ہوتی ہے جس کا سبب غالباً گذشتہ ہفتہ میں کچھ بوندا باندی اور کچھ تیز ہوا چلنا معلوم ہوتا ہے۔ مطلع عموماً صاف رہتا ہے کسی وقت ابر کے ٹکڑے فضا میں نظر آتے ہیں۔ ابھی تک شب میں برآمدوں میں موٹی رضائی سوتے وقت اوڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مچھروں کی یورش بڑھتی جاتی ہے۔ البتہ ادھر ابھی مکھیاں کم ستاتی ہیں۔ ربیع کی فصل کی کٹائی شروع ہو گئی ہے۔ نیا غلہ بازار میں آنے لگا ہے لیکن ابھی تک نرخوں میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں ہوا ہے۔ باغات امبہ کی فصلیں تقریباً سب فروخت ہو چکی ہیں۔ قلمی باغات اچھے داموں بکے۔ تخمی درختوں میں ابھی آم بہت کم ہے۔ اسلئے تخمی باغات کی فصلیں معمولی قیمت میں فروخت ہوئیں۔

آب وہوا:۔ مچھروں کی کثرت کے باعث عوام میں خصوصیت سے ملیریا بخار کی شکایتیں سنی جاتی ہیں۔ اور تداخل فصلین سے زکام و نزلہ بھی لوگوں کو ہونے کا حال معلوم ہوا ہے۔

زیارتیں۔ حسب دستور ۱۱ ربیع الاوّل کو تکیہ تلا زنانہ میں اور ۱۲ ربیع الاوّل کو تکیہ شریف کاظمیہ پر مردانہ میں عام زیارتیں ہوئیں۔ دونوں جگہ مجمع بہت کثیر تھا۔ ۱۲ تاریخ کو لکھنؤ میں مسلمانوں کو کرفیو آرڈر کی وجہ سے گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی اسوجہ سے لکھنؤ سے آنیوالے حضرات اسدن زیارت کے لئے نہ آسکے۔ تاہم مجمع بہت تھا اور جملہ حاضرین کو تبرک میں بوندیا تقسیم کی گئیں۔ مولوی محلہ میں مثل سالہائے سابق ۲۴ ربیع الاوّل کو موئے شریف و قدم رسولؐ کی زیارتیں ہوئیں۔ اوّلاً مردوں نے بعدہٗ خواتین نے زیارتیں کیں۔ مردانے میں نسبتاً کم اور زنانے میں مجمع کثیر تھا۔ تمام حاضرین کو بعد زیارت بوندیا تقسیم کی گئیں۔ جناب حافظ شاہ علی حیدر قلندر نے زیارت کرائی معلوم ہوا کہ زنانے میں باوجود کثیر اجتماع کے تقسیم تبرک کا انتظام معقول رہا اور مجمع او سب کو کوئی بلا حصہ نہیں بچا۔

محفل میلاد شریف:۔ ۲۰ مارچ کو بعد نماز عصر مولوی محمد عاصم صاحب قیس نے اپنی کوٹھی واقع محلہ ولی نگر میں محفل میلاد مبارک منعقد کی تھی۔ جناب حافظ شاہ علی حیدر قلندر نے ذکر ولادت حضور سرور عالمؐ پڑھ کر سنایا۔ بعد ختم بیان فاتحہ خوانی ہوئی اور حاضرین کو شیر برنج کی تفلیاں تبرک میں تقسیم کی گئیں۔ قیس صاحب کے اعزہ و احباب کے علاوہ عوام کا بھی کافی مجمع تھا۔

ہولی:۔ برادران ہنود کا مشہور تہوار "ہولی" دوشنبہ ۲۲ مارچ کو قصبہ و مضافات میں منایا گیا۔ ۲۱، ۲۲ تاریخ کی درمیانی شب میں ہولی جلائی گئی اور ۲۲ مارچ کو صبح سے دوپہر تک عام طور سے حسب دستور رنگ بازی ہوئی اور شام کو لوگ حسب استطاعت صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس ہوکر اعزہ و احباب سے ہولی ملنے اور تہوار کی مبارکباد دینے اور لینے آتے جاتے رہے یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا اور اکثر مقامات پر عوام مجتمع ہوکر بڑی رات تک گاتے بجاتے رہے۔ ہم اپنے ہندو برادران وطن کو خوشی و خرمی سے تہوار منانے پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

معاودت و واپسی:- سید امتیاز علی و سید حامد علی اپنے والد میر امان علی مرحوم کے فاتحہ چہلم کے سلسلہ میں گذشتہ عشرہ میں بدایوں اور فیض آباد سے کاکوری آئے تھے۔ منشی حبیب احمد علوی اور حاجی شفیق احمد علوی، فیض آباد و رامپور سے عماد الحسن مرحوم کی تعزیت کے سلسلہ میں آئے تھے۔ شیخ شفقت علی عباسی برخصت ریاست بھوپال سے آئے ہیں۔ قاضی اظہار علی خان عباسی کلکتہ سے لکھنؤ شیخ حبیب اللہ صاحب کی دختر کے عقد میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ ایک شبانہ روز کیواسطے کاکوری بھی آئے تھے۔ منشی ایوب احمد و حکیم اجتبا علی علوی اور حکیم بشیر علی علوی تکیہ شریف پر فاتحہ میں شرکت کے سلسلہ میں گونڈہ و کانپور سے آئے تھے۔ مولوی منتظر الدین علوی خلف مولوی عزیز الدین علوی کئی سال کے بعد معہ اپنی والدہ کے بیدر (دکن) سے گونڈہ آئے ہیں۔ پانچ چار دن کے لئے کاکوری آئے تھے۔ منشی محمد شفیع صاحب ہمراہ معہ اپنے صاحبزادہ کے بہرائچ سے آئے تھے۔

مسلم لیگ کے انتخابات:- ۲۶ مارچ کو بعد نماز ظہر احاطہ ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی کے دولتکدہ پر مسلم لیگ کے سالانہ انتخابات کی کارروائی عمل میں آئی۔ جسمیں صدر۔ نائب صدر۔ سکریٹری۔ خزانچی۔ جوائنٹ سکریٹریز اور ممبران مجلس عاملہ کے انتخابات کئے گئے اور ۴۰ اشخاص ضلع لیگ کی نمائندگی کے لئے چنے گئے۔ (افسوس ہے کہ ہمکو مکمل فہرست انتخابات اسبار دستیاب نہیں ہوئی اسلئے درج اخبار نہو سکی)

صحت و سکون:- (۱) منشی زکی احمد علوی (محلہ باڈلی) کو کھانسی کی تکلیف بڑی حد تک رفع ہو چکی ہے اور اب بفضلہ اچھے ہیں۔

(۲) اہلیہ مولوی محمد عاصم قیس (محلہ دلی نگر) اب بفضلہ بالکل اچھی ہیں۔ بخار اب نہیں ہے اور درد سر کی تکلیف بھی رفع ہو گئی ہے۔

علالتیں:- (۱) جناب منشی احتشام علی صاحب کی شکایات بدستور بحال کی بتائی جاتی ہے۔ البتہ ضعف بہت ہے بمقابلہ پہلے کے ہچکیوں میں خفت ہے۔ دست اب نہیں آتے بلکہ اکثر قبض رہتا ہے۔ پیشاب میں ابھی سوزش ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب منشی صاحب ممدوح کو جلد صحت و تندرست فرمائے۔ جہانتک معلوم ہوا ہے کاکوری کے ہر طبقہ و درجہ کے لوگ کیا بوڑھا کیا جوان مرد اور عورت

(۲) منشی محمد جواد علوی (محلہ قصبہ) کا برقی علاج ہو رہا ہے۔ ابھی معتدبہ فائدہ ہونا نہیں بیان کیا جاتا۔ اللہ تعالےٰ اس طریقہ علاج سے پورا فائدہ عطا فرمائے اور اس علاج کے اثرات دیرپا و مستقل ثابت ہوں کہ انکی معذوریاں رفع ہوں۔

متفرقات:- (۱) حسب اعلان سابق حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندرؒ و جناب مولانا شاہ تقی حیدر قلندرؒ کے فاتحے حسب دستور تکیہ شریف پنجشنبہ ۸ ربیع الاول کو بعد نماز مغرب ہوئے تھے۔ بعد فاتحہ خوانی حاضرین کو تبرک میں پلاؤ تقسیم کیا گیا۔ مجمع اچھا تھا۔ بعد نماز عشا محفل قوالی ہوئی اور دوسرے دن (جمعہ) صبح سے دوپہر تک بھی مجلس سماع ہوئی تھی۔ دونوں محفلیں اچھی رہیں۔ اور حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ پنجشنبہ کو صبح سے نماز مغرب تک قرآن خوانی بھی ہوئی اور متعدد کلام پاک ختم ہوئے اور انکا ثواب صاحبان فاتحہ کو بخشا گیا۔ مدرسہ نظامیہ کے طلبا اور اکثر دیگر حاضرین حفاظ کی منجانب صاحب سجادہ دوپہر کو ضیافت طعام بھی کی گئی۔

(۲) لفٹننٹ محمد آصف علوی کے سابقہ پتہ لندن میں ترمیم ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ ناظرین اخبار اور انکے اعزہ واحباب نوٹ کرلیں۔ انگلستان کے قیام میں صحیح پتہ اب یہ ہے:-

لفٹننٹ ایم۔ اے۔ علوی، (آر۔ آئی۔ این)۔ ایچ۔ ایم۔ ایس۔ "ڈراڈ" بتوسط جی۔ پی۔ او لندن۔ پتہ انگریزی میں لکھنا چاہئے۔

(۳) اطلاع ملی ہے کہ منشی حسن دیاج (محلہ جلول نلہ) جو کانپور زرعی کالج میں ڈیری فارمنگ کے لکچرار تھے اب بہ ترقی تنخواہ زرعی فارم، جھانسی میں تبدیل ہو کر گئے ہیں۔ ہم اپنے عزیز ہموطن کی ترقی پر انکو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

(۴) اطلاع ملی ہے کہ ۲۹ مارچ کو صبح کے وقت چودھری محلہ کی بڑی مسجد میں حافظ عبدالرؤف خان و حافظ محمد نعیم وغیرہ کے زیر انتظام قرآن خوانی ہوئی کئی کلام پاک کا ثواب حضرت مولانا شاہ فضل الرحمنؒ کی روح پُرفتوح کو بخشا گیا اور فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو شیرینی [illegible]

تقسیم کی گئی۔ (۵) لکھنؤ میں اشیاء خوردنی کے لئے راشننگ کارڈ دیئے جارہے ہیں۔ کاکوری میں ابھی تک راشننگ کی خبر تو نہیں ہے البتہ یہ سُنا ہے کہ گیہوں وغیرہ کے لئے قیمتیں مقرر کردی جائیں گی۔ باوجود نیا غلہ بازار میں آنے کے نرخ تقریباً وہی ہے۔ افواہاً سُنا گیا ہے کہ نئے گیہوں کا آٹھ روپیہ من نرخ مقرر ہوگا۔ کھانے پینے کی تمام چیزیں بے انتہا گراں ہوگئی ہیں جس سے عام انتشار و پریشانی ہے۔

حادثہ:۔ افسوس صد ہزار افسوس مولوی ضیاء الدین حیدر نے ۱۶ و ۱۷ مارچ کی درمیانی شب میں ۹ بجے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بڑی خوبیوں اور سوجھ بوجھ کے انسان تھے۔ اپنے عقائد کے بڑے پکے۔ مذہبی علوم کے ساتھ تصوف میں بھی خاصا دخل تھا۔ بزرگوں کی صحبت سے پورا فیض حاصل کیا تھا۔ جس طرف متوجہ ہوئے اُس کو پورے انہماک اور خلوص نیت سے سرانجام دیتے۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد محکمۂ زراعت میں ابتدائی ملازمت سے سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ تک ترقی کی۔ زمانہ ملازمت میں جہاں جہاں رہے بہت نیک نام اور ہر طبقہ کے لوگوں میں ہر دلعزیز رہے۔ افسران مرحوم کے کام اور دلچسپی سے ہمیشہ خوش و معترف رہے۔ اپنے فرائض منصبی کو مثل اپنے ذاتی کام کے انجام دیتے تھے۔ بڑی خوبی مرحوم میں یہ تھی کہ مثل اپنے بزرگوں کے اپنے عزیزوں اور اہل وطن کی بیکاری پر بہت متاسف ہوتے اور امکانی کوشش اُن کو باکار بنانے کی کرتے۔ چنانچہ جہاں رہے اکثر عزیزوں اور وطن کے دوسرے لوگوں کو ملازم کرایا یا اُنکو حصول ملازمت میں ہر امکانی امداد پہونچائی۔ اعزہ و غیر اعزہ کی خفیہ امداد مالی بھی کرتے تھے۔ نام و نمود سے دور بھاگتے تھے جو کام بھی کرتے اُس میں کوشش ہوتی کہ اُنکے نام کا اظہار نہو۔ حضرت حافظ شاہ علی اور قلندرؒ کے نہایت مخلص مریدوں میں تھے۔ جس دن سے مرید ہوئے تکیہ شریف کی خدمت اپنا جزو زندگی بنایا بلکہ اپنے پیر مرشد اور اُن کے جانشینوں کی خدمات کی بجاآوری نہایت اخلاص سے کرنا سعادت سمجھا۔ دوران ملازمت میں جب وطن آتے تو بہت زیادہ وقت تکیہ شریف کی حاضری میں صرف ہوتا۔ پنشن لینے کے بعد سے اپنے کو بالکل تکیہ شریف کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ اور وہیں مستقلاً رہنے لگے تھے۔ ہفتہ میں صرف دو ایکبار چند گھنٹوں کے لئے مکان آتے تھے۔ باوجود مسلسل علالت اور کمزور ہونے کے تکیہ شریف کے جتنے کام تھے پوری دلچسپی و انہماک سے انجام دیتے تھے۔ نوجوان بیٹے اور بھتیجے کے انتقال پر جو ضبط و تحمل کا نمونہ مرحوم نے پیش کیا تھا وہ دیکھنے والوں نے دیکھا تھا۔ اِن صدمات نے مرحوم کو بہت مجروح کردیا تھا اور صحت اور بھی خراب ہوگئی تھی۔ آئے دن کوئی نکوئی شکایت رہتی تھی۔ تقریباً ایک سال سے قلبی ضعف میں مبتلا ہوگئے تھے اور اُس کے دورے کئی بار ہوئے اور ہر دورہ میں کمزوری بڑھتی رہی۔ انتقال سے چند روز قبل ڈاکٹر معالج نے خون کا دباؤ بڑھ جانا تجویز کرکے آرام لینے کی ہدایت کی تھی۔ اور چلنے پھرنے کو منع کیا تھا جس دن فالج کا حملہ ہوا ہے کچھ طبیعت خراب نہ تھی۔ حسب معمول دوپہر کا کھانا سب کے ساتھ کھایا اپنے کمرہ میں آکر لیٹے کہ تھوڑی دیر کے بعد استفراغ ہوا اور داہنی جانب فالج کا اثر محسوس ہوا۔ دماغ ماؤف ہوگیا اور غشی طاری ہوگئی اور یہ حالت دوسرے دن نو بجے شب تک رہی اور ۲۸ گھنٹہ کے بعد روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

ہم کو اس حادثہ میں مرحوم کے دونوں بھائیوں اور واحد یادگار جوان بیوہ بیٹی سے دلی ہمدردی ہے۔ اور بارگاہ رب العزت میں مرحوم کے لئے مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

مرحوم اپنے پیر مرشد کے مزار کے حریم کے باہری چبوترہ پر دفن ہوئے ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ٭ ز جام دہر مئی کل من علیہا فان

سید توسل حسین نے یونائٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد مشیر الدین نے مولوی محلہ کاکوری سے شائع کیا۔